سلسلہ مطبوعات (۱۰)

اسلام کا اقتصادی نظام

ایک تقابلی جائزہ

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

www.rahimia.org

نام کتابچہ اقتصادی نظاموں کا تقابلی جائزہ

تحریر مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی

طبع دوم جنوری ۱۹۹۵ء

ناشر شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن
پوسٹ بکس نمبر ۳۶۳ ملتان

www.rahimia.org

باسمہ تعالی

حرف اول

دور حاضر میں معاشی نظاموں کی کشمکش ایک نئے دور میں داخل ہوچکی ہے، سوشلسٹ نظام معیشت "پریسٹرائیکا" کے عمل سے گزر کر اس حقیقت کی تائید کرچکا ہے کہ غیر فطری قواعد و ضوابط کو فطرت سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ سوشلزم کے وہ اصول جن میں اسلام کے اصول اقتصاد سے متضاد اور علیحدہ راہ اختیار کی گئی تھی، اپنی مستقل جگہ نہ بناسکے اور تبدیلی سے دوچار ہوگئے۔ دوسری طرف استحصالی سرمایہ داری نظام کی اساس چونکہ انسانیت کش طبقاتی گروہ بندی پر ہے اس لئے اب وہ مرض الموت کی کیفیت سے دوچار ہے، مرض بھی ہیجانی نوعیت کا ہے جسکو نادان طاقت کی علامت گردانتے ہیں۔ اس شکست و ریخت کے ماحول میں اسلام کے اقتصادی اصولوں کا سرمایہ داری اور اشتراکی نظاموں کے پس منظر میں تقابلی مطالعہ اپنی اہمیت رکھتا ہے اور اس سے اصول فطرت پر مبنی اقتصادی نظام کے قیام کی اجتماعی ضرورت کا احساس بھی اجاگر ہوتا ہے۔

تقاضائے وقت ہے کہ نظاموں کا شعوری مطالعہ کیا جائے اور معروضی حقائق کی بنیاد پر ایسے نظام کے قیام کی سعی اور جدوجہد کی جائے جو انسانی فطرت کا نقیب ہو اور جس میں انسانیت کے ہمہ جہت حقوق کی پاسداری کی گئی ہو۔

زیر نظر موضوع پر برعظیم کی عظیم علمی شخصیت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی نے جس متوازن انداز سے قلم اٹھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ صاحب تحریر کو دنیا سے گئے ہوئے عرصہ ہوا لیکن تحریر کی تازگی آج بھی بدستور روشن دماغوں کو متوجہ کرتی ہے۔

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام کا معاشی نظام ایک ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے جس کا نام "اسلام" ہے جو عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے اور دنیائے انسانی کی روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی غرض ہر قسم کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علمبردار ہے اور اس طرح ایک وسیع اور مکمل نظام کائنات کا مدعی ہے وہ کہتا ہے کہ انسان کا منتہائے مقصد صرف دنیوی ترقی و کمال ہی نہیں ہے بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی اس کی حیات کا کعبہ مقصود ہے اس لئے وہ ہر شعبۂ زندگی کے لیے ایک "صالح نظام اجتماعی" کا طالب ہے اور ان ہی شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ "صالح نظام معاشی" بھی ہے۔

نیز اس کا جو دعوی ہے کہ "انسان" دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ حاکم مطلق (اللہ) کی نگرانی میں ایک ایسی حکومت برپا کرے جو "خلافت حقہ" کہلائے اور جس کا واضع قوانین انسان نہیں بلکہ خود احکم الحاکمین ہو، اور ان قوانین کی تنفیذ اس کے نائب "خلیفہ" کے ہاتھ میں ہو۔ اور یہ حکومت اگر ایک جانب خالص روحانی اور اخلاقی برتری کی معلم ہو تو دوسری جانب عالم و کائنات کی سیاسی، مدنی اور معاشی ترقی و کمال کی حامل بھی ہو۔

غرض ایسے "نظام صالح" کی حامل ہو کہ جس کی بدولت ساری کائنات، نسل و قوم اور ملک و وطن کے محدود دائروں سے آزاد ہو کر یکساں طور پر عدل و نصفت، امن و طمانیت اور خوشحالی و معاشی رفاہیت سے مالامال ہو کر، اس اعتراف پر مجبور ہو جائے کہ وہ ابدی سعادت کے حصول میں بھی اس کو اپنا راہنما اور قائد تسلیم

، لگے گویا اس کا "معاشی نظام" اس حیثیت سے ایک فلسفیانہ علم و فن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی کاوشوں اور علمی و عملی موشگافیوں میں الجھا کر اصل مقصد سے محروم کردے بلکہ یہ "معاشی نظام" شعبہ ہے ایک مکمل نظام کا اور آلہ و وسیلہ ہے مقصد حقیقی کے حصول کی آسانی راہ کا۔

بہر حال اسلام کی دعوت اور اس کا پیغام کائنات کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی اور اس کا طریق کار ہمہ گیر عالمگیر وحدت اجتماعی کا مبلغ ہے اور اس لیے اس کی رشد و ہدایت نہ صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے بلکہ "سعادت دارین" سے وابستہ اور قائم ہے اور دنیوی زندگی کی سعادت، ابدی سعادت کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ بے شبہ وہ ایک "صالح معاشی نظام" کا مالک ہے مگر وہ نظام بھی تمام دوسرے نظام ہائے زندگی کے اصول و آئین اساسی کی طرح ایک مکمل نظام قانون (قرآن عزیز) کا جزو ہے اور اس سے علیحدہ اپنی مستقل زندگی نہیں رکھتا۔ اسی لیے حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مشہور کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں صالح اقتصادی نظام کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ اسلام میں "اقتصادی نظام" کا "اخلاقی اور مذہبی نظام" کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے فرماتے ہیں۔

جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنالیا اور آخرت تک کو بھلادیا اور شیطان نے ان پر غلبہ کرلیا تو اب ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہوگئے اور ان کا ہر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے اور اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے مختلف گوشوں سے وہاں ایسے ماہرین جمع ہوگئے جو بے جا عیش پسندوں کو داد عیش دینے کے لیے عیش پسندی کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے اور سامان عیش مہیا کرنے کے لیے عجیب و غریب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے اور قوم کے اکابر اس جدوجہد میں مشغول و

منہمک رہنے لگے کہ اسباب تعیش میں کس طرح وہ دوسرے پر فائق ہوسکتے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرسکتے ہیں حتی کہ ان کے امراء و سرمایہ داروں کے لیے یہ سخت عیب اور عار سمجھا جانے لگا کہ ان کی کمر کا پٹکہ یا سر کا تاج ایک لاکھ درہم سے کم قیمت ہو، یا ان کے پاس عالیشان سر بفلک محل نہ ہو جس میں پانی کے حوض سرد و گرم حمام، بے نظیر پائیں باغ ہوں اور ضرورت سے زائد نمائش کے لیے بیش قیمت سواریاں حشم و خدم اور حسین و جمیل باندیاں موجود ہوں اور صبح و شام رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوں اور جام و سبو سے شراب ارغوانی چھلک رہی ہو اور فضول عیاشی کے وہ سب سامان مہیا ہوں جو آج بھی تم عیش پسند بادشاہوں اور حکمرانوں میں دیکھتے ہو اور جس کا ذکر قصہ طولانی کے مرادف ہے۔

غرض یہ غلط اور کمر شکن عیش ان کے "معاشی نظام" کا اصل الاصول بن گیا تھا اور کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ یہ صرف نواب اور امرا کے طبقہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ پوری مملکت میں ایک عظیم الشان آفت اور وبا کی طرح سرایت کر گیا تھا اور عوام و خواص سب میں یہی جذبہ فاسد پایا جاتا اور ان کے "معاشی نظام" کی تباہی کا باعث بن رہا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ مملکت کی اکثریت پر یہ حالت طاری ہوگئی کہ دلوں کا امن و سکون مٹ گیا تھا۔ ناامیدی اور کاہلی بڑھتی جاتی تھی اور بہت بڑی اکثریت رنج و غم اور آلام و مصائب میں گھری نظر آتی تھی۔ اس لیے کہ ایسی مفرطانہ عیش پرستی کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم اور آمدنی درکار تھی اور وہ ہر شخص کو مہیا نہ تھی۔ البتہ اس کے لیے بادشاہ، نواب، امراء، اور حکام نے معاشی دستبرد شروع کردی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشت کاروں، تاجروں پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کارپردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کرکے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور مجبور کرکے ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنادیا جو آبپاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں اور پھر

www.rahmia.org

کارکنوں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات کے مطابق کچھ پیدا کر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ ظلم و بداخلاقی کی انتہا ہو گئی تھی۔

اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو اپنی اخروی سعادت و فلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لیے بھی مہلت نہ ملتی تھی اور اس "فاسد معاشی نظام" کا ایک مکروہ پہلو یہ بھی تھا کہ جن صنعتوں پر نظام عالم کی بنیاد قائم ہے وہ اکثر یک قلم متروک ہو گئیں اور امراء و روٴساء کی مرضیات و خواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بہتر حرفہ شمار ہونے لگا۔ اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقیوں کا نمونہ بن گئی تھی اور ان میں سے اکثر کا گذارہ بادشاہوں کے خزانوں سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہو گیا تھا مثلاً ایک طبقہ جہاد کئے بغیر باپ دادا کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ خوری کر رہا ہے تو دوسرا مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہے، کوئی بادشاہ اور امراء کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام سے وثیقہ پا رہا ہے تو کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے زمرہ میں مالی استحصال کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسبِ معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا اور ایک بڑی جماعت چاپلوسی، مصاحبت، چرب لسانی اور درباداری کو ذریعۂ معاش بنانے پر مجبور ہو گئی تھی اور یہ ایک ایسا فن ہو گیا تھا جس نے ان کے افکار عالیہ اور ذہنی نشوونما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست و ارذل زندگی پر قانع کر دیا تھا۔ پس جب یہ فاسد مادہ وبا کی طرح پھیل گیا اور لوگوں کے دلوں تک سرایت کر گیا تو ان کے نفوس دناءت و خست سے بھر گئے اور ان کی طبائع اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں، اور ان کے تمام اخلاق کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس "فاسد معاشی نظام" کی بدولت پیش آیا جو عجم و روم کی حکومتوں میں کارفرما تھا، آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض ناقابل علاج حد تک پہنچ گیا تو خدائے تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا

www.rahmia.org

علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اکھڑ جائے اور اس کا قلع قمع ہو جائے۔

اس نے ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا، وہ آیا اور اس نے روم و فارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم و روم کے رسم و رواج کے خلاف صحیح اصولوں پر ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی۔

اس نظام میں فارس و روم کے فاسد نظام کی قباحت کو اس طرح ظاہر کیا گیا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو یک قلم حرام قرار دیا جو عوام و جمہور پر معاشی دستبرد کا سبب بنتے اور مختلف عیش پسندیوں کی راہیں کھول کر حیات دنیوی میں بیجا انہماک کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات اور حریر و دیبا کے نازک کپڑوں کا استعمال اور تمام انسانی نفوس کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ہر قسم کے چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال اور عالیشان کوشکوں اور رفیع الشان محلات و قصور کی تعمیر اور مکانوں میں فضول زیبائش و نمائش وغیرہ کہ یہی فاسد نظام کے ابتدائی منازل اور معاشی نظام کی تباہی کا منشاء و مولد ہیں۔ بہرحال خدائے تعالی نے اس ہستی کو اخلاق کریمانہ اور نیک نہادی کے لیے معیار اور طاہر و پاک امور کے لیے میزان بنا دیا۔ (حجتہ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۰۴)

اسی طرح "ارتفاقات" پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہ واضح رہے کہ انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا منشاء اگرچہ بالذات عبادات الہی سے متعلق ہے مگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس منشاء میں رسوم فاسد کو فنا کر کے اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام بھی شامل ہے۔ اسی لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

اور اسی لیے اس مقدس ہستی کی تعلیم میں رہبانیت کو اخلاقی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ انسانوں کے باہم اختلاط و اجتماع کی زندگی کو ترجیح دی گئی ہے لیکن

www.rahima.org

اس اجتماعیت کا امتیاز یہ قرار دیا ہے کہ اس کے معاشی نظام میں نہ دولت و ثروت کو وہ حیثیت حاصل ہو جو عجمی پادشاہوں کے یہاں حاصل تھی اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ تمدن سے بیزار دہقان اور وحشی لوگوں کی طرح ان کی معیشت ہو۔

پس اس مقام پر دو متعارض قیاس کام کر رہے ہیں ایک یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک محبوب و محمود شے ہے اس لیے کہ اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسانوں کا دماغی توازن اعتدال پر رہتا اور اس سے ان کے اخلاق کریمانہ صحیح اور درست رہتے ہیں۔ نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو۔ اس لیے کہ بیکسانہ اور مجبورانہ افلاس، سوء تدبیر اور مزاج کے اختلال کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک بدترین چیز ہے جب کہ وہ باہمی مناقشات اور بغض و حسد کا سبب بنتی اور خود اہل دولت و ثروت کے اطمینان قلب کو تعصب اور حریصانہ کدو کاوش کے زہر سے مسموم کرتی، اور قوموں کو استحصال بالجبر اور دوسروں پر معاشی دستبرد کے لیے آمادہ کرتی ہو کیونکہ اس صورت میں یہ بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کر دیتی، آخرت اور یادالٰہی یعنی روحانی زندگی سے یکسر غافل و بے پروا بنادیتی اور مظلوموں پر نت نئے مظالم کا دروازہ کھولتی ہے۔ لہذا پسندیدہ راہ یہ ہے کہ دولت و ثروت "نظام معیشت" میں ایسا درجہ رکھتی ہو جو توسط اور اعتدال پر قائم اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اور یہ صحیح معاشی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔ (حجتہ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

پس اسلام نے اپنا یہ فرض اس طرح انجام دیا کہ اسود و احمر، عجم و عرب غرض تمام عالم کے لیے اپنے مکمل نظام (قرآن) میں "نظام اقتصادی" سے متعلق چند اصول اور اساسی قوانین بیان کر دیئے جو رہتی دنیا تک ہر "عقل سلیم" اور "فطرت مستقیم" کے نزدیک یکساں طور پر واجب العمل اور قابل قبول ہوں اور اس کی تشریح و تفسیر میں دورِ نبوت و خلافتِ راشدہ نے وہ عدیم النظیر عملی

پروگرام پیش کیا جس کے حسن و کمال کا اعتراف دوست اور دشمن دونوں نے یکساں طور پر کیا اور جو کتابی فن بننے کی جگہ اپنے مقصد وجود کے لحاظ سے ہر فرد انسانی کی خوشحالی اور رفاہیت کا حامل ثابت ہوا۔

اسلام کے اقتصادی نظام کا مختصر خاکہ

اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی اور اصولی خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اکتناز (جمع دولت) اور احتکار (خاص افراد یا طبقات میں دولت کا محصور ہوجانا) ممنوع ہے یعنی سرمایہ داری کے مسطورہ بالا طریقوں کو کسی حال میں وجود پذیر نہ ہونے دیا جائے اور اگر پہلے سے موجود ہوں تو ان کو فوراً فنا کردیا جائے اور اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے قانونی اور اخلاقی طور پر زکوۃ، وراثت، وقف، انفاق فی سبیل اللہ کو نافذ کیا جائے سود اور اس کی تمام شکلوں، قمار اور اس کی تمام صورتوں کو ممنوع اور موجودہ تعلقہ داری کے جابرانہ سسٹم کو ختم کردیا جائے۔

۲۔ معیشت میں اختلاف مدارج کو تسلیم کرتے ہوئے حق معیشت میں مساوات کو ضروری اور فطری عقیدہ تسلیم کیا جائے تاکہ سرمایہ اور محنت میں صحیح توازن قائم رہ سکے اور سرمایہ کسی وقت بھی محنت کو اپنی خود غرضانہ ہوس کا آلہ کار نہ بناسکے اور عام خوشحالی پیدا ہوجائے اور اس کو بروئے کار لانے کے لیئے ان تمام قوانین کو ضروری قرار دیا جائے جو کانوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور امداد باہمی کی سوسائٹیوں کے لیے مقرر کیے جاچکے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کو قوت پہنچانے والے تمام کاروبار تجارت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۳۔ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایسی قیود اور پابندیاں عائد کی جائیں جن سے اس کا مفاد "اجتماعی مفاد" کے زیر اثر آجائے اور خود غرضانہ جراثیم کو کسی قسم کی مدد نہ ملنے پائے اور اس کو قائم کرنے کیلئے شخصی زمینوں،

www.rahmia.org

ذاتی کمپنیوں اور ذاتی تجارتوں سے متعلق احکام کو نافذ کیا جائے۔

۴۔ ان اصولوں کو قائم کرنے کے لیے ایسے طرز حکومت کو رائج کیا جائے جو زمین پر خدائے برتر کے "عدل" کا نائب ہو، خدا کی مخلوق (پبلک) کے سامنے جواب دہ ہو، حاکمیت کی جگہ خدمت اس کا نصب العین ہو۔ رعایا کے ہر فرد کی معاش کا متکفل ہو۔ عوام کا نمائندہ ہو اور عادلانہ نظام کے قوانین کی تنقید کے علاوہ تمام امور میں خلیفہ، عمال حکومت اور رعایا کے حقوق "اس میں" یکساں ہوں اور طرز حکومت کو مضبط بنانے کے لیے بیت المال، سرکاری وظائف، اعداد و شمار کی تکمیل اور اسی قسم کے دوسرے بیان کردہ وسائل و ذرائع کو اختیار کیا جائے اور موجودہ تمام جابرانہ و سرمایہ دارانہ نظامہائے حکومت اور ریاستی سسٹم کو ہمیشہ کے لیے فنا کردیا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ مکاشفہ ان کو اس وقت ہوا تھا جب وہ مدینۃ الرسول میں حاضر ہو کر دربار قدس ﷺ کے فیوض سے مستفیض ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں:

مجھ پر نیند میں ایک کیفیت طاری ہوئی اور مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ میں نظام عالم کی خدا کی مشیت کو پورا کرنے کے لیے امام بنادیا گیا ہوں (اس کے بعد غلبہ کفار اور مسلمانوں کی مغلوبیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں) اس غیظ و غضت کی حالت میں مسلمانوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اب اللہ تعال کا کیا حکم ہے۔ "ماذا حکم اللہ فی ہذہ الساعۃ" میں نے جواب دیا "فک کل نظام" یعنی کسی عادلانہ نظام قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فرض یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے موجودہ دنیا کے تمام نظامہائے حکومت کو درہم برہم کردیا جائے۔ (فیوض الحرمین ص ۸۹):

اس اجمالی خاکہ کو مندرجہ ذیل اجمالی نقشہ کی شکل میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

www.rahimia.org

اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی نقشہ

اعلاء کلمتہ اللہ و خدمت خلق

۱۔ ہر شخص کی معاشی کفالت کے اصول پر شوروی حکومت کا قیام۔

۲۔ خلیفہ، عمال حکومت اور رعایا کے اقتصادی حقوق میں یکسانیت و مساوات کے اصول کا لزوم۔

۳۔ بیروزگاروں اور حاجت مندوں کی کفالت، عام عسکری نظام کی ضرورت اور اجتماعی خدمت کے پیش نظر اعداد و شمار کی ترتیب و وظائف کا قیام۔

۴۔ زکوۃ، میراث وقف اور انفاق کے بنیادی اصول پر "اکتناز" یعنی سرمایہ داری کا انسداد۔

۵۔ سود، قمار، منشیات کی بیع و شراء تجارتی و صنعتی بدعنوانیوں کی قانونی حرمت کے اصول پر "احتکار" یعنی سرمایہ داری کے دوسرے نقطہ کا انسداد۔

۶۔ کانوں، فیکٹریوں، کارخانوں، ملوں اور زمینوں میں انفرادی حقوق کے مقابلہ میں اجتماعی حقوق کی ترجیح کا اعتراف و قیام اور اسکی عملی تشکیل۔

۷۔ انفرادی ملکیت کے لیے تجارت اور دیگر کاروبار میں شرکتِ نفع کے اصول پر سرمایہ و محنت کے عادلانہ توازن کا قیام۔

۸۔ آمدنی و ذرائع آمدنی میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے سرمایہ داری کے اصول کے انکار پر ان کی تحدید و تعیین۔

۹۔ مدارجِ معیشت کے اعتراف کے ساتھ طبقاتی، نسلی و جغرافیائی قسم کے امتیازات کے انسداد کے اصول پر حق معیشت میں یکسانیت و مساوات کا قانونی قیام۔

۱۰۔ ریاستی و تعلقہ داری سسٹم کا انسداد۔

۱۱۔ امداد باہمی کے اصول پر غیر سودی انجمنوں کے قیام اور شرکت نفع کے صحیح اصول پر تجارتی کاروبار کا فروغ۔

۱۲۔ غیر سرمایہ دارانہ اصول پر تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کی ترقی کے لیے اسباب کی فراہمی کا لزوم و وجوب۔

۱۳۔ حریفانہ معاشی دستبرد کے انکار اور اخوت عام کے اصول پر غیر ترجیحی اور آزاد تجارت کی حمایت۔

۱۴۔ کاروبار کے لیے سکہ و ٹکسال کا قیام اور عوام کو ٹکسال میں سکہ بنوانے کی اجازت اور شرح تبادلہ میں عادلانہ اصول کا اجراء۔

۱۵۔ رفاہ عام، اجتماعی ضروریات، انفرادی حاجات اور حکومت کی ضروریات کی کفایت کے لیے بیت المال کا قیام۔

۱۶۔ خلیفہ، عمال حکومت اور تمام انسانوں میں عیش پسندی کے وسائل کو قانون و اخلاق کے ذریعہ مٹا کر سادہ زندگی کی شاہراہ پر قائم کرنا۔

یہ گفتگو تو اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق تھی جبکہ موجودہ دور میں دنیا کی حکومتوں پر مختلف شکلوں میں مکمل یا ناقص دو ہی نظام کا تسلط ہے اور اس لئے وہ دونوں قابل بحث ہیں ایک فیسزم اور دوسرا سوشلزم۔

www.rahmia.org

فاشیت یا نا تسیت (نازی ازم)

فیسزم یا فاشیت کا نظریہ یا فلسفہ اگرچہ اپنے اندر ایک طویل بحث رکھتا ہے لیکن نتیجہ کے اعتبار سے وہ حسب ذیل چند اصولوں پر قائم ہے اور اس کا تمام نظام ان ہی اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

۱۔ تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کی اکثریت کے حق میں۔

۲۔ پیداوار نجی فائدے کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے فائدہ کے اصول پر اور اس لئے ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھادھند طریقہ پر ہو۔

۳۔ ان ہر دو مقاصد کو کامیاب بنانے کیلئے ایسے طرز حکومت کی طرح ڈالی جائے جس میں قوانین کے ذریعہ سرمایہ داری کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم ہوسکے۔ اس اجمال کی تفصیل کیلئے اول فاشیت یا فسطائیت کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

کائنات انسانی میں عادلانہ نظام کے مقابلہ میں سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں ابھرنے اور دنیا پر چھاجانے کی سعی کی ہے اور اس کو اپنی سعی میں کامیابی بھی ہوتی رہی ہے۔

قریبی زمانہ میں ایسی سعی و کوشش کا ترقی یافتہ نظام "فسطائیت" کے نظام سے موسوم ہے جو یورپ کی حکومتوں میں جرمنی اور اٹلی پر خصوصیت کے ساتھ حاوی رہا ہے اور انگلستان و فرانس کو بڑی حد تک اس نے فتح کرلیا ہے اور امریکہ اور جاپان بھی اس کے لئے گہوارہ بنے ہوئے ہیں۔

www.rahmia.org

یورپ میں تقریباً پندرہویں صدی عیسوی سے دور جہالت ختم اور دور علم و ترقی شروع ہو گیا تھا اور بعض یوروپین حکومتیں دنیا کی جدید دریافت اور حصول زر و مال کے لئے ادھر ادھر تگ و دو میں منہمک نظر آنے لگی تھیں۔ اس وقت انگلستان میں جاگیرداری اور شاہی استبدادیت کا دور دورہ تھا مگر آہستہ آہستہ تجارتی و کاروباری طبقہ مضبوط ہوتا جارہا تھا اور بعض سیاسی حالات نے ان کی قوت کو اور مضبوط بنادیا تھا اور وہ ملک کی بہت بڑی طاقت سمجھے جانے لگے تھے۔ ان کا بیشتر کاروبار تجارت "اون کی تجارت" تھا۔ خاندان اسٹوارٹ جب انگلستان پر حکمران ہوا تو اس نے ان تاجروں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر تجارت پر قانونی پابندیاں عائد کرنی شروع کردیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تجارت پیشہ طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اور ۱۶۴۴ء میں انگلستان کی مشہور خانہ جنگی میں انہوں نے فتح پائی اور جاگیرداری کا خاتمہ کردیا اور اپنی تجارت کے فروغ دینے کا کافی موقعہ میسر آیا اور قوانین حکومت کے ذریعہ ان کو بیش از بیش مدد ملی۔

اگرچہ انگلستان کے اس دور میں جاگیرداری سسٹم ختم ہو چکا تھا۔ مگر تجارت کے اس دور میں تجارت کا مفہوم عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ مخصوص افراد اور خاص طبقہ کی برتری تھا۔ اس لئے اس طبقہ نے ذاتی اور نجی کارخانے کھول کر دولت کمانی شروع کردی اور قوانین کی مدد سے اس کی ترقی کے ممکن ذرائع بہم پہنچائے لیکن ابھی تک چونکہ کارخانوں میں صرف ہاتھ ہی سے کام ہوتا تھا اس لئے آمدنی بھی محدود ہوتی تھی اور مال بھی حسب ضرورت تیار نہ ہو پاتا تھا اور دولت و سرمایہ کے پجاری فراوانی دولت کے دوسرے بہترین ذرائع کے لئے بیقراری کے ساتھ متلاشی نظر آتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کے بعد یعنی اٹھارویں صدی کے آخر میں مشینوں کی ایجاد شروع ہو گئی اور اب دستی کارخانوں کی جگہ مشینری کارخانوں نے لے لی اور اس طرح ان تاجروں اور سرمایہ داری کے مخصوص طبقہ نے دولت کے بے شمار

www.rahimia.org

خزانے حاصل کرنے شروع کردئے۔

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جب مشینوں کے ذریعہ کام شروع ہوگیا تو دستکاروں پر آفت نازل ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو اپنا کام بند کردینا پڑا اور افلاس کی مصیبت سے محفوظ رہنے کے لئے مشینری کارخانوں میں ایک مزدور کی حیثیت سے وہ اپنی "محنت" کو کم سے کم قیمت پر بیچنے کیلئے مجبور ہوئے اور کارخانہ دار ہونے کی بجائے مشین مالک کے غلام بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

اس واقعہ سے ہٹ کر پھر ایک مرتبہ چودھویں صدی عیسوی کی طرف نظر ڈالیئے انگلستان میں "اون" کی تجارت کے فروغ پاجانے سے زمینداروں کو فراوانی دولت کے لالچ نے مجبور کیا کہ وہ کاشتکاروں سے زمینیں خالی کرائیں اور ان میں "باڑے" قائم کرکے بھیڑوں کی پرورش کریں تاکہ "اون" کی تجارت سے فائدہ اٹھائیں جو زمینداری کی آمدنی کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ وباس اس قدر پھیلی کہ ہزاروں لاکھوں کسان افلاس اور بھوک کا شکار ہونے لگے اور بیکاری ترقی پانے لگی۔

اب جب کہ مشینوں کا دور شروع ہو تو زمینداروں نے کاشت بھی مشینوں کے ذریعہ شروع کردی۔ اور کسانوں کی رہی سہی معاش سبیل کو اسطرح ختم کردیا گیا۔ اور اب ان کیلئے بجز غلامی کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ ادھر پھر بھی ایک بہت بڑی تعداد کی "قوت لایموت" کے لئے سامان مہیا نہ ہوسکا اور طرفہ یہ کہ مشینوں کے اس صنعتی انقلاب میں ان دونوں "کاریگروں" اور "کسانوں" کو دیہات و قصبات کی آزاد و پرفضا زندگی کو خیرباد کہہ کر شہروں کے غلیظ اور گندے مقامات میں غلاموں کی طرح آباد ہونا پڑا۔

مشینی صنعت کا یہ وہ ابتدائی دور تھا جس میں فیکٹریوں کے متعلق نہ قوانین تھے اور نہ مزدوروں کی ترقی یافتہ یونینیں تھیں۔ لہذا سرمایہ داروں نے من مانی

حکومت کی اور اپنی فراوانی دولت کیلئے مزدوروں پر بے پناہ مظالم روا رکھے۔ ان سے چودہ سے لے کر سولہ سترہ گھنٹہ تک عموماً کام لیا جاتا اور بعض اہم کاموں کے موقعہ پر مسلسل بیس سے تیس گھنٹہ تک بھی ان کو مصروف رہنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح ضعیف و ناتواں افراد بہت جلد موت کے منہ میں چلے جاتے تھے۔ طرفہ تماشا یہ کہ اس بہیمانہ محنت کرانے کے بعد ان کو کم سے کم اجرت دی جاتی تھی اور رہنے کے لئے ایک چھوٹی کوٹھڑی یا ایسا کمرہ دیا جاتا تھا جس میں بہ مشکل لیٹنے کے لئے جگہ میسر آسکتی تھی اور وہ غلاظت، عفونت اور کمروں میں ہوا کے نفوذ کیلئے جگہ نہ ہونے کی وجہ سے جہنم زار بنے ہوئے تھے۔

یہ سرمایہ داری کا وہ بھیانک نقشہ ہے جو سب سے پہلے انگلستان میں بروئے کار آیا اور اس کے بعد یورپ کی تمام حکومتوں پر "اصول" بن کر چھا گیا۔۔۔۔۔ چونکہ سرمایہ داری کے اس سسٹم میں مفاد عامہ اور عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ بلکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت سے ناجائز سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تمام ذرائع پیدائش کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے خاص کر لیا جاتا تھا اس لئے فیکٹریوں اور مشینوں میں جو سامان تیار ہوتا تھا وہ کم سے کم اجرت دے کر زائد سے زائد مال تیار کرانے اور ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے اصول پر عالم وجود میں آتا تھا اس لئے گوداموں میں مال کی فراوانی سے مزدوروں اور غریبوں کو مطلق فائدہ نہ پہنچا اور وہ اپنی ضروریات کے لئے ان چیزوں کی خریداری سے اب بھی اسی طرح محروم رہے جس طرح مال کے بنانے کی ابتدائی دور میں تھے۔

لہٰذا سرمایہ داری کے اس بھوت نے دوسرے ممالک پر لالچ اور حرص و آزار کی نگاہ ڈالنی شروع کر دی اور "ہل من مزید" پکارتے ہوئے ان کو محکوم بنانے کیلئے قدم آگے بڑھایا اور اپنی "جوع الارض" (زمین کی بھوک) کو پورا کرنے کیلئے اپنے ملک کے آزاد کاروباری لوگوں کو غلام بنانے کے بعد کمزور ملکوں اور قوموں کو غلام بنانا شروع کر دیا۔ اور اٹھارویں اور انیسویں صدی میں افریقہ جیسے براعظم میں

www.rahnuma.org

یورپین نوآبادیات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ہندوستان جیسا بڑا ملک بھی آخر اسی استعمار کی نذر ہوگیا اور اس طرح تھوڑے سے عرصہ میں ساری دنیا ایک طرح انگلستان کے سرمایہ داروں کی خصوصاً اور دوسری سرمایہ دار طاقتوں کی عموماً تجارتی منڈی بن گئی۔

ذرائع پیداوار کو مخصوص طبقے کی ذاتی ملکیت قرار دینے اور عوام کی بہبودی سے قطع نظر ان کی پیداوار کو نجی اور انفرادی مفاد کی بھینٹ چڑھادینے کا یہ سسٹم اب بھی مطمئن نہیں ہے۔ اور اب خود آپس میں دست و گریبان نظر آتا ہے۔ ہر ایک ملک اپنی اس تجارتی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے جانا چاہتا ہے اور اس دوڑ میں آزاد قوموں کو غلام بنانے، تباہ و برباد کرنے اور صفحہ دنیا سے مٹا دینے کو بھی اپنا جائز حق تصور کرتا ہے۔

جرمنی، اٹلی، انگلستان، فرانس، جاپان، امریکہ وغیرہ فاشسٹ حکومتوں کی اس مسابقت میں عراق، البانیہ، فلسطین، زیکوسلویکیہ، چین اور خود فرانس کا جو حشر ہوا وہ اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔ (ان سب میں برطانیہ اور امریکہ کی مفروضہ ڈیماکریسی (جمہوریت) فریب آمیز رنگ میں اسی فسطائیت اور نازیت کا نفرت انگیز مظاہرہ کررہی اور ایشیائی اقوام کو غلام رکھنے میں ہولناک استبداد کا ثبوت دے رہی ہے اور حیرت انگیز بات یہ کہ روس جو عوام کی فلاح اور انسانی مساوات کا علم بردار بننے کا دعوی کرتا ہے۔ اپنی مکمل مصالح کے پیش نظر ان دونوں کا حلیف اور معین بنا ہوا ہے۔ ان ھذا لشیئ عجاب)

اس تفصیل سے اب آپ بخوبی اندازہ کرسکیں گے کہ "سرمایہ داری نظام" (فسطائیت) کیا ہے اور یہ کس طرح آہستہ آہستہ عوام کی تباہی و بربادی کا باعث بنتا اور امن عام کو جنگ کی شعلہ زار ہولناکیوں میں ڈال کر خاکستر بنادیتا ہے۔ یہ شروع میں تو اپنی صورت کو جمہوریت کی نام نہاد شکل و صورت میں چھپا کر دنیا کے سامنے آتا اور فریب دے کر عوام کو تباہ کرتا ہے۔ جیسا کہ انگلستان اور امریکہ

www.rahmia.org

میں نظر آتا ہے۔ اور جب اس کا مفاد اس شکل و صورت میں خطرہ میں پڑنے لگتا ہے تو صاف کھل کر خالص آمریت (ڈکٹیٹر شپ) کے اصل رنگ و روپ میں ظاہر ہوجاتا ہے جیسا کہ جرمنی اٹلی اور جاپان میں ہوا۔

اس لئے ایک لمحہ کے لیے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ یہ جمہوری حکومتیں فیسزم (فسطائیت) سے الگ کوئی چیز ہیں بلکہ ڈکٹیٹری ہو یا موجودہ جمہوری نظام ان سب میں وہی سرمایہ دارانہ نظام ہی کارفرما ہے اور ان سب کے پیش نظر یہی ایک مقصد ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمئ گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

غرض تاریخ یہ پتہ دیتی ہے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی ابتداء انگلستان سے ہوئی اور آہستہ آہستہ یہ تمام یورپ پہ چھا گیا اور جرمنی و اٹلی اس کے بہت بڑے امام تسلیم کئے جاتے رہے ہیں۔ اور مملکت انگلستان و امریکہ بھی اصولاً ان کی تائید ہی میں ہیں اور اگرچہ اس وقت حریف یا باہمی مسابقت میں رقیب نظر آتے ہیں لیکن اصولی متحد ہیں۔ اور اس طرح جرمنی کا نازی ازم، جمہوریت امریکہ برٹش ڈیماکریسی و شاہی نظام، اٹلی کی فسطائیت اور جاپان کا شہنشاہیت پسند نظا یہ سب

ایک ہی قسم کی سرمایہ داری کے مختلف نام یا ایک ہی صورت کے مختلف رنگ و روغن ہیں۔

اس تفصیل کے بعد آسانی سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کے مقابلہ میں فسطائیت کو پیش کرنا دراصل "اقتصادی نظام" کی توہین کرنا ہے۔ اسلام میں اگرچہ پیداوار میں اور ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت ایک حد تک جائز رکھی گئی ہے لیکن اس کا جواز اس شرط کے ساتھ مشروع ہے کہ انفرادی ملکیت جماعتی مفاد سے کسی حال میں متصادم نہ ہونے پائے بلکہ اجتماعی مفاد کے لیے ممدومعاون اور باعث تقویت ثابت ہو اور جس جگہ اس تصادم کا غالب گمان ہو، وہاں اس کے مقابلہ میں جماعتی مفاد کو ترجیح دی جائے۔ اس لیے محض اس جواز کی مشابہت سے اسلامی نظام کو فاشیت کے ہمنوا قرار دینا یا اس کے قریب تر ثابت کرنا اسلام پر بہت بڑا ظلم اور حددرجہ ناانصافی ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	فسطائی اقتصادی نظام
۱۔ دولت و ذرائع دولت کا مخصوص طبقہ میں محدود ہوکر عوام کی معاشی ہلاکت کا باعث بننا حرام ہے۔	۱۔ دولت و ذرائع دولت کو مخصوص طبقہ کی انفرادی و اجتماعی اغراض کے لئے ہونا از بس ضروری ہے۔
۲۔ انفرادی ملکیت پر شرائط کی حدود عائد ہیں۔	۲۔ انفرادی ملکیت لامحدود ہے۔
۳۔ انفرادی ملکیت، اجتماعی حقوق کے زیر اثر ہے۔	۳۔ انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق اور مفاد عامہ سے مستغنی و بالاتر ہے۔
۴۔ اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد اور حاجات کے انسداد پر قائم ہے۔	۴۔ اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اور خاص طبقہ کے مفاد پر قائم ہے۔

۵- عام معاشی خوشحالی ضروری ہے۔	۵- عوام کی معاشی تباہی و کساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے۔
۶- معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکمیت و محکومیت اقوام لعنت ہے۔	۶- معاشی دستبرد کے ذریعہ غلامی اور اقوام کی محکومی لازم و ضروری ہے۔
۷- اکتناز (جمع خزانہ) و احتکار (اجتماعی حقوق سے باز رہنا) کی مطلق گنجائش نہیں۔	۷- اکتناز و احتکار ضروری اور موجب سعادت امور اقتصادی ہیں۔
۸- نسلی، خاندانی، طبقاتی اور جغرافیائی امتیازات اس سلسلہ میں قابل تسلیم نہیں۔	۸- نسلی، جغرافیائی اور طبقاتی امتیازات ضروری ہیں۔

اس موازنہ سے یہ بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسلامی اقتصادی نظام اور فسطائی سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان کوئی ایسی مشترک کڑی نہیں پائی جاتی جس کی بدولت ان دونوں میں کسی قسم کی مفاہمت ممکن ہوسکے۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ایسے نظام کو اسلامی اقتصادی نظام کے ساتھ کسی طرح نہین جوڑا جاسکتا جو چند سو یا چند ہزار یا چند لاکھ انسانوں کی خوشحالی عیش پسندی اور راحت کوشی کی قربان گاہ پر کروڑوں انسانوں کو بھینٹ چڑھادے اور صرف یہی نہیں بلکہ عام کساد بازاری اور بیروزگاری کا باعث بن کر دنیا کے امن و امان کی تباہی و بربادی اور مظلوموں کو محکوم بنا کر ظالم کے ہاتھوں ہلاکت آفرینی کا موقع بہم پہنچائے۔

www.rahima.org

۲۲

اشتراکیت

سرمایہ دارانہ نظام کے اس ظالمانہ دستبرد نے آخر مزدوروں اور غریبوں میں بھی شعور، احساس اور بیداری کا جذبہ پیدا کردیا اور انہوں نے ردعمل کے طور پر حقوق کے نام سے شوروغوغا مچایا۔ مجالس اور یونینیں قائم کیں اور اٹھارویں صدی ہی سے سوشلزم کے نظریے نے ان کی حمایت شروع کردیا اور روس جیسے بڑے ملک میں اس بیسویں صدی میں انقلاب برپا ہونے کے بعد کارل مارکس کے نظریہ "سوشلزم" کے ماتحت جدید اقتصادی نظام بھی قائم ہوگیا جس کا دعوی یہ ہے کہ وہ مفاد عامہ کا داعی اور مزدوروں، کسانوں اور پست و مظلوم طبقوں کا حامی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا اس سے بھی موازنہ کیا جائے اور محض مذہب کی اتباع اور حسن ظن کی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ دونوں نظامہائے اقتصادی کے اصولوں اور عملی تجربوں کے زیر اثر عدل و انصاف کے ساتھ محاکمہ اور تبصرہ کیا جائے۔

ابھی کہا جاچکا ہے کہ سوشلزم کی تاریخ کا آغاز بھی اٹھارویں صدی کے اواخر سے ہی ہوجاتا ہے "ہیگل" نے اس کو اول ایک "عملی نظریہ" کی شکل میں پیش کیا اور اقتصادی امور میں بنیاد قرار دیا۔ اور اس کے اس نظریہ کو اقتصادی زندگی بخشنے بلکہ معاشرتی اصول بنانے اور تمدنی پروگرام میں ڈھالنے والا شخص "کارل مارکس" ہے۔ اور یہی نظریہ "کمیونزم" کی شکل میں روس پر حاوی ہوا اور دنیا میں انقلاب برپا کرنے میں مشغول و مصروف نظر آیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام جس مکمل قانون کا نام ہے اس کے ساتھ اشتراکیت (کمیونزم) کا بھی رابطہ اتحاد ناممکن ہے۔ اس لئے کہ کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی رہنماؤں نے جس فلسفہ پر (مارکسزم) کی بنیاد قائم کی ہے اس

www.rahmia.org

میں خدا سے انکار اور الہیات کی نفی صف اول میں جگہ پاتے ہیں اور اس لئے اس کا "علم الاخلاق" بھی اسی روشنی میں مہذب و مرتب کیا گیا ہے۔

لہذا اس کے فلسفہ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب ہم اس فلسفہ کے فقط اقتصادی پہلو سے بحث کرتے ہیں اور دنیا کے دوسرے غیر اسلامی نظامہائے معاشی کے مقابلہ میں اس کو پیش نظر لاتے ہیں تو اس وقت ہم کو اس حقیقت ثابتہ کے اظہار میں کوئی باک نہ ہونا چاہیے کہ اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے امور میں اسلام اور اشتراکیت باہم متقارب نظر آتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دونوں ہم آہنگ ہیں اگرچہ طریق کار کے اختلاف سے دونوں کی راہیں اس وادی میں قطعاً جدا جدا ہیں۔

اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظام اقتصادی کے درمیان جن امور میں اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اکتناز و احتکار یا جمع دولت کا مذموم طریق کار اور مخصوص طبقہ میں دولت کی تحدید، نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ۔ دونوں ان ہر دو امور کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لئے تباہ کن سمجھتے ہیں۔

(۲) دونوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔

(۳) دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہو کر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔

(۴) ان دونوں کے درمیان اس بین اتفاق ہے کہ جماعتی حقوق، انفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔

(۵) ان دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے کہ معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکم و محکوم اور غلام و آقا کا سسٹم قائم نہ ہوسکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن دو امر ایسے ہیں کہ جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے اور ان ہر دو امور میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت پیدا نہیں کی جاسکتی اور یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہوجاتا ہے جب کہ سوشلزم کا آخری درجہ "کمیونزم" کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
۱۔ دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم کردی جائیں۔	۱۔ دولت و ذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹادیا جائے۔
۲۔ حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کی ساتھی بلحاظ معیشیت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار کو روکا جائے۔	۲۔ بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

پہلا اختلافی مسئلہ اس طرح قابل غور ہے کہ اگر آمدنی اور ذرائع آمدنی پر انفرادی ملکیت کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو عقل اور تجربہ اس طرح راہنمائی کرتے ہیں کہ ایسا ہوجانے کے بعد ذرائع پیداوار اور آمدنی میں بہت بڑا اختلاف اور اضمحلال پیدا ہوجائیگا۔ اس لیے کہ انفرادی ملکیت کے نظام کو یکسر تباہ و برباد کرنے اور اس تمام سلسلہ کو اسٹیٹ کے حوالہ کردینے کے بعد انسانوں کے قوائے عمل میں وہ زبردست تحریک پیدا نہیں ہوسکتی جو انفرادی ملکیت کی مسابقت کی صورت میں پیدا ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب میری تمام جدوجہد

www.rahimia.org

اور حاجات و ضروریات کا عملی نظام اسٹیٹ کے ذمہ اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے تو میں کس لیے اپنے قوائے دماغی، قوائے جسمانی اور قوائے عملی کو زیادہ محنت میں لگاؤں اور تنازع للبقاء کے اس میدان میں کس لئے گوئے مسابقت حاصل کرنے کی سعی کروں۔

لیکن اس کے برعکس انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے باہمی مسابقت اور دوڑ میں جو خرابی پیدا ہونے اور اجتماعی نقصانات کے بروئے کار آنے کے اندیشے پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کا انسداد ضروری قرار دے کر قوائے عملی و دماغی کو بھی اپنی فطری نشوونما کے مطابق کام کرنے کے لئے موقع بہم پہنچایا جائے تو یہ طریقہ کار ہی صحیح طریق کار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ روس کے پہلے دس سالہ پروگرام کی ترمیم نے بھی اس کی تصدیق اس طرح کردی ہے کہ بہت سی زمینیں معطل رہ جانے اور ذرائع پیداوار میں رفتار کے سست پڑجانے کی وجہ سے اب دس سالہ پروگرام میں ایک حد تک زمینوں میں انفرادی قبضہ کو تسلیم کیا جارہا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت داخل ہونے لگی ہے۔ اور تجربے سے حقائق تک پہنچنے کی اگر یہی طلب صادق رہی تو وہ وقت دور نہیں کہ اسلام کے نظریہ اور اصول ہی کو اصول بنانا پڑے۔ (اب پریسٹرائیکا نے اس کی مزید تصدیق کردی ہے)

اس لئے قرآن عزیز نے باوجود اس بات کے تسلیم کرلینے کہ "اصل ملکیت صرف خدا کی ہے اور اسی لئے تمہاری انفرادی ملکیت میں خدا کی عام مخلوق کا بہت بڑا حصہ ہے اور اس میں اجتماعی حقوق مقدم ہیں" ذاتی ملکیت کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے انسان کے فطری قوائے عملی و دماغی میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا۔ اور ان کو کشمکش حیات میں داخل کرکے ان پر حصول مال کی راہیں کھول دیں۔ نیز عقل و تجربہ کی بناء پر یہی صحیح اور درست ہے کہ انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس پر اجتماعی بوجھ ڈالا جائے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران)

(ترجمہ) تم ہرگز بھلائی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال میں سے خرچ نہ کرو۔

اور قانونی اور اخلاقی ضابطوں کے ذریعہ انفرادی ملکیت کا رخ بھی جماعتی فلاح اور بہبودی عامہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

اس موقعہ پر اس اندیشہ کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اگر پیداوار اور ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت کے لئے ادنی سی بھی گنجائش نکل آئے گی تو پھر مذموم سرمایہ دارانہ نظام کو اس سوراخ سے سر اٹھانے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ لیکن یہ اندیشہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایسی حالت میں ضرور ممکن ہے کہ انفرادی ملکیت تو کسی حد تک تسلیم ہو لیکن اس کے غیر محدود ہونے اور سرمایہ دارانہ نظام کے لئے حیلہ بن جانے کے انسدادی قوانین موجود نہ ہوں۔ لیکن جب اسلام انفرادی ملکیت کو محدود صورت میں تسلیم کرنے کے بعد اقتصادی نظام میں ایسی دفعات قانونی بھی بیان کرتا ہے جو انفرادی ملکیت کو اجتماعیت پر قابو پانے سے روکتی اور سرمایہ دارانہ نظام کا سر کچلنے کے لئے اپنے قانونی تیشہ سے کام لیتی رہتی ہیں تو پھر ایک وہمی اندیشہ کی بناء پر انسانوں کو ان کے فطری حق سے روک دینا ایک ظلم ہے اور راہ عدل سے ہٹ کر افراط و تفریط کے غار میں گرجانا ہے۔

دوسرا اختلاف "معیشت کے درجات" سے متعلق ہے اسلام حق معیشت کی مساوات کو تسلیم کرتا بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن مدارج معیشت میں مساوات کا قائل نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ اس کو نہیں مانتا کہ یہ ضروری ہے کہ سب کو ایک ہی طرح پر سامانِ معیشت حاصل ہو۔ لیکن یہ ضروی سمجھتا ہے کہ سب کو ملے۔ اور جدوجہد اور ترقی کی راہیں یکساں طور پر سب کے سامنے کھل جائیں اس کے برعکس سوشلزم حق معیشت کی مساوات کے ساتھ ساتھ نفس معیشت کی بھی مساوات کا قائل ہے اور مدارج معیشت کا قطعاً انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احوال معیشت کا یہ

www.ahmadiyya.org

اختلاف قدرتی نہیں ہے بلکہ سوسائٹی کا خود پیدا کردہ ہے پس اگر آئندہ سوسائٹی کا نظام معیشت مساوات کے اصول پر قائم کردیا جائے تو دوسری طرح کے محرکات ذہنی پیدا ہوجائیں گے۔ اور کارخانہ معیشت کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں گی جس طرح آج جاری ہیں۔

اس دوسری صورت اختلاف کو بھی غائر نظر سے دیکھا جائے تو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس میں بھی اسلام کی بتائی ہوئی راہ ہی صحیح ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کی جسمانی و دماغی استعداد یکساں نہیں ہے۔ اور جب استعداد یکساں نہیں ہے تو سعی معیشت کے نتائج و ثمرات کا اختلاف بھی ضروری اور ناگزیر ہے۔ اور ایسی صورت میں سوسائٹی کا ایسا نظام قائم کرنا جس کی بنیاد معیشت کی مساوات پر ہو کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں ہے۔ اور یہ کہنا بھی ناقابل قبول ہے کہ اس قسم کے نظام کے بعد ذہنی و معنوی محرکات میں بھی ایسی تبدیلی ہوجائے گی کہ جس سے معیشت کا کارخانہ اسی سرگرمی سے جاری رہے گا۔

بہرحال جسمانی و دماغی استعداد کے اختلاف کو مان لینے کے بعد معیشت کا اختلاف بھی فطری ہوجاتا ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز نے اس طرح راہنمائی کی ہے کہ یہ اختلاف قدرتی ہے۔ اور کارخانہ عالم کی فطری قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کیلئے ایسا ہونا ضروری تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا اور سب کی حالت یکساں ہوتی تو مسابقت اور مزاحمت کی حالت کبھی پیدا نہ ہوتی۔ اور ان قوتوں کو ابھرنے کا موقع نہ ملتا۔ اور اگر یہ موقعہ میسر نہ آتا تو اجتماعی زندگی کی وہ تمام سرگرمیاں سرد ہوکر رہ جاتیں جن پر نظام عالم کا یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

والله فضل بعضكم علی بعض فی الرزق (نحل ١٠)

ترجمہ: اور اللہ تعالی نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔

نحن قسمنا بينهم معيشتهم فی الحیوۃ الدنیا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجت (زخرف ۳)

ترجمہ: ہم نے دنیوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کردی اور ان سب کو یکساں درجہ میں نہیں رکھا بلکہ بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔

و هو الذی جعلکم خلئف فی الارض و رفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما آتاکم ان ربک سریع العقاب و انه لغفور رحیم (انعام ۲۰)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ بلاشبہ تمہارا پروردگار (بدعملیوں کی) فوراً سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بڑا ہی بخش دینے والا رحمت والا ہے۔

ان تمام آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کے اس چکر میں ایک دوسرے کی جانشینی کا سلسلہ قائم ہے۔ یعنی ایک جاتا ہے دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اور اس کے ثمرات کا وارث بنتا ہے۔ اور یہ کہ تمام انسان درجہ کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ معیشت کے مدارج کا یہ تفاوت اسلئے قائم کیا گیا ہے کہ تاکہ انسان کو اس کے عمل و تصرف میں آزمایا جائے۔ اور اس کو یہ موقع دیا جائے کہ جس درجہ کو وہ اپنی سعی و عمل سے حاصل کرسکتا ہے کرلے اور یہ بھی امتحان لیا جائے کہ وہ اس تفاوت درجات کی موجودگی میں کس حالت میں خدا سے غافل رہتا ہے اور کس حالت میں نہیں رہتا۔

الحاصل اسلام کے اقصادی نظام اور سوشلزم کے اقتصادی نظام کا مقصد اگرچہ ایک نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ عام انسانی افراد کی مالی تباہی، افلاس اور بدبختی کو دور اور ان کی بھاری اکثریت کی بدحالی کو ختم کیا جائے۔ اور دونوں نے علاج بھی ایک ہی تجویز کیا ہے کہ مذموم سرمایہ داری کو بروئے کار نہ آنے دیا جائے۔ یعنی

"جمع دولت" اور اکتناز کو باقی نہ چھوڑا جائے۔ لیکن طریق کار میں دونوں کے درمیان یہ دو بنیادی اختلاف ضرور پائے جاتے ہیں کہ ایک معیشت کے اختلاف کو قبول کرتا اور انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور دوسرا ان دونوں کا انکار کر کے ان کو فنا کرنا چاہتا ہے۔

اسلام نے حق معیشت کی مساوات کو تسلیم کیا اور سعی و ترقی کی راہیں سب کیلئے یکساں طور پر کھلی رکھیں۔ اور اس نے "احتکار" کی وہ تمام رکاوٹیں ختم کردیں جو خاص افراد یا گروہ نے کمزور افراد اور گروہ کی خوشحالی و ترقی میں قائم کر رکھی تھیں۔ اس نے قانون سازی کے ذریعہ زکوۃ اور وراثت اور بعض تجارتی اصولوں کو لازم قرار دے کر اور سود اور قمار اور اس قسم کے تمام کاروبار کو ناجائز بتا کر اکتناز و احتکار کو فنا کردیا۔ اور تمام ایسی غیر معتدل راہوں کا سد باب کردیا جو ظالمانہ سرمایہ داری کا موجب بنتی ہیں۔

ان تفصیلات کے ساتھ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سوشلزم کے مسطورہ بالا ہر دو اصول دراصل اس نظام اور اس سوسائٹی بلکہ اس مذہبی گروہ کے مقابلہ میں انتقامانہ جذبات کے ماتحت اصول قرار پاتے ہیں جن کے ظالمانہ ماحول سے متاثر ہو کر کارل مارکس اور اینگلز نے اپنے نظریوں اور ان کے ماتحت عملی سرگرمیوں کا اختراع کیا۔ ورنہ یہ ہر دو اصول نہ عملی تجربہ کی خراد پر ٹھیک اترتے ہیں اور نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔ اور اس لئے راہ حق کے قطعاً خلاف اور اعتدال کے منافی ہیں۔

الغرض جس اقتصادی نظام میں افراط و تفریط کا شائبہ نہ ہو اس کی اساس و بنیاد ماحول کے اثرات سے متاثر ہو کر انتقامانہ جذبات پر قائم نہ ہو وہ ایسے طرز حکومت کا حامی ہو جس میں اعلی و ادنی کے لیے مساوی حقوق کا حکم دیا گیا ہو۔ وہ تمام انسانوں کی معاشی زندگی کا متکفل اور خوشحالی کا ضامن ہو مخصوص افراد و طبقات میں جمع دولت اور حصر دولت کے وجود کو فنا کرتا اور اکتناز و احتکار کی بنیادوں کو

www.rahmia.org

مٹاتا ہو۔ وہی اس قابل ہے کہ دنیا کی معاشی زندگی کا کارخانہ بہتر طریقہ پر چلا سکے اور سرمایہ و محنت کی کشمکش کا عمدہ طور پر حل کر سکے۔ اور اس کا دائرہ عمل ہمہ گیر اور عالمگیر ہو اور وہی دنیا کی اقتصادی ساکھ کو بحال کر کے عام خوشحالی اور مسرور زندگی کا ضامن بنے۔ ایسے ہی "نظام" کا دوسرا نام "اسلام کا اقتصادی نظام" ہے اور اسی کی سربلندی کی دعوت دینا میری اس جنبشِ قلم کا مقصدِ عظمیٰ اور مَثَلِ اعلیٰ ہے۔

واللہ بصیر بالعباد۔ اور اللہ اپنے بندوں کا خود دیکھنے والا ہے۔

www.rahimia.org

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ جدوجہد اور نوجوان	شیخ السند مولانا محمود حسن
☆ تاریخ اسلام	مولانا عبید اللہ سندھی
☆ قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ لرزہ خیز انتقام کی داستان	مولانا محمد میاں
☆ غلبہ دین اور عبادات	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ثناء خداوندی	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ارکان اسلام	چوھدری افضل مرحوم
☆ شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
☆ عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ اجتماعی زوال کے اسباب	مولانا محمد تقی امینی
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل	مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	جناب محمد مقبول عالم مرحوم
☆ ولی اللہی نظام فکر	مفتی عبدالخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمان
☆ عدم تشدد کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمان

www.rahimia.org

توجہ فرمائیے

آج متعدد براعظموں میں پھیلی ہوئی دنیا، میڈیا کی سائنسی ترقی کے سبب گلوبل ولیج میں تبدیل ہوتی جارہی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ میڈیا کی اس ترقی کے ذریعہ انسانیت دشمن قوتیں، اپنے سامراجی مفادات کے حصول کے لئے منظم حکمت عملی کے تحت انسانی ذہنوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

ان حالات میں مظلوم انسانیت کو استحصالی شکنجوں سے نجات دلانے کی صحت مند شعوری جدوجہد و بھرپور توانائیوں کے ساتھ منظم طور پر آگے بڑھانے کی ضرورت دو چند ہو جاتی ہے۔

اسی احساس کے تحت شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کے زیر عنوان اجتماعی فکر کو تبدیلی شعور کے عملی تسلسل کے تحت بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں آگے بڑھانے کی سوچ کو عملی شکل دی گئی چنانچہ اب تک اردو اور سندھی زبانوں میں قرآنیات، سیرت النبی، مذہبیات، تاریخ اسلام، اخلاقیات، ولی اللہی افکار، سماجیات، معاشیات، نفسیات، نظام، تاریخ برعظیم اور مشاہیر علماء کے حوالہ سے کئی پمفلٹس منظر عام پر آچکے ہیں جو فکری حلقوں میں پذیرائی حاصل کر رہے ہیں جبکہ مزید پمفلٹس کی اشاعت کے علاوہ دیگر کئی منصوبے زیر غور ہیں۔

یہ تمام تر پیش رفت ایسے احباب کے طفیل ممکن ہوئی ہے جنہوں نے فاؤنڈیشن سے دامے درمے قدمے سخنے اور نوشتے تعاون کیا ہے لہٰذا ملک و ملت کے لئے مخلصانہ احساسات رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے بھی صلائے عام ہے کہ وہ فاؤنڈیشن کی فکری سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے عملی تعاون سے حوصلہ افزائی کریں۔

طریق کار:۔ ساٹھ روپے ممبرشپ فیس ادا کرکے نئے شائع ہونے والے بارہ عدد پمفلٹس گھر بیٹھے حاصل کیجئے نیز ممبر حضرات شائع شدہ پمفلٹس چالیس فیصد رعایت کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں (ممبر شپ نمبر کا حوالہ ضروری ہے) خواہشمند خواتین و حضرات منی آرڈر فارم پر اپنا نام اور مکمل پتہ صاف تحریر کریں اور فارم کے تمام متعلقہ خانے پر کریں ممبرشپ نمبر سے منی آرڈر ملنے کے پندرہ یوم کے اندر مطلع کردیا جائے گا پتہ کی تبدیلی اور دیگر خط و کتابت میں ممبرشپ نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

ممبرشپ فیس ارسال کرنے کا پتہ:۔ سعید اعوان ۴۰ گل گشت متصل تعلیمی بورڈ ملتان پوسٹ کوڈ نمبر ۶۰۷۰۰

منجانب:۔ مقصود الحسن سیکرٹری شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

www.rahimia.org